سرکاری عہدیداران کی تقرری، نگرانی اور محاسبہ

(عہد خلفائے راشدین کے تناظر میں)

Appointment, Monitoring and Accountability of the Government Officials (in prospective's of Caliphs,era)

محمد علی *

ABSTRACT

The period of the rightly guided caliphate is the best role model after the time of the Prophet of Islām, Muḥammad (S.A.W). The rightly guided caliphs crafted the best honest governing mechanism. They understood their commitment with their Lord, Allāh, and the people. They took up the responsibility for providing for the basic needs of their people, like food, shelter, education, peace, stipends of children, married and unmarried persons, social security and justice, etc.

The caliphs would appoint the tax collectors, governors and other government officials on the basis of merit: their honesty, qualifications, experience, physical fitness, etc. Further, they, at the time of their appointment, would advise their officials in an open gathering to better use their abilities, resources and powers for the welfare of the masses. Moreover, the government prepared a list of the assets and the properties of their government officials at the time of their appointments. It they found, later, significant increase in the assets, it was investigated and asked for an explanation. If the officials failed to justify the means of the increase in their assets, the additional assets and properties were confiscated by government.

In this research study, the author highlights the measures adopted by the rightly guided Caliphs to ensure honest conduct of affairs by the appointed officials of the government.

Keywords: *Rightly Guided Caliphs; Appointment of Officials; Merit; Monitoring; Accountability*

---

* ریسرچ آفیسر، وزارت مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی، اسلام آباد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیغام نبوت کے امین تھے۔ عہد خلفائے راشدین میں ریاستی امور کے حوالے سے جو اجتماعی پالیسیاں بنیں، حقیقت میں وہ تعلیمات نبوی کی روشنی میں ہی حالات کے مطابق تشکیل دی گئی تھیں۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مزاج شناسِ نبوت تھے۔ اس لئے ان کی کوئی بات تعلیماتِ نبوی کے خلاف نہیں ہو سکتی، خود پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان، عہد خلفائے راشدین کے اقدامات کی تائید کے لئے کافی ہے۔

((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ)) (1)

ترجمہ: پس تم میری سنت (طریقہ) اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو جو نیک اور سیدھی راہ پر ہیں لازم پکڑو، اسے دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ لو۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نزدیک حکومت اور اختیارات خدا اور مسلمانوں کی امانت کی حیثیت رکھتے تھے، جنہیں ایمان دار اور عادل لوگوں کے سپرد کیا جانا چاہیئے اور اس امانت میں کسی کو من مانے طریقے یا نفسانی اغراض کے لئے تصرف کا حق نہیں ہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہر وقت ذمہ داریوں کے متعلق اپنے آپ کو اُمت کے سامنے جوابدہ سمجھتے تھے، ان کے دروازے ہر شخص کے لئے کھلے رہتے تھے اور وہ بازاروں میں کسی محافظ دستے کے بغیر عوام کے درمیان میں چلتے پھرتے تھے۔ عوام کو ان کے مناصب اور اختیارات پر تنقید اور محاسبہ کرنے کی کھلی آزادی تھی اسی وجہ سے اگر کسی معاملہ کی نظیر سنتِ میں نہ ملے، تو اسے سنتِ خلفاء راشدین میں دیکھا جا سکتا ہے۔ عہد خلفائے راشدین میں سرکاری مناصب پر تقرری، محاسبہ اور نگرانی کے طریقہ کار درج ذیل ہے۔

الف: عہد صدیقی میں سرکاری اہل کاروں کی تقرری، محاسبہ اور نگرانی

سرکاری اہل کاروں کی تقرری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کے نقوش کی روشنی میں اسلامی فلاحی ریاست کے تصور کو عملاً آگے لے جانے اور واضح کرنے والوں میں سے پہلے خلیفہ ٔراشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہوں نے خلافت کا بار گراں اٹھایا۔ اسلام میں خلافت یا شورائی حکومت کی بنیاد سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

ڈالی، خود ان کا انتخاب بھی جمہور اصحاب رسول ﷺ کے انتخاب کے ذریعہ ہوا۔آپ رضی اللہ عنہ کا عرصہ خلافت مختصر دورانیہ پر مبنی تھا تاہم یہ دور درج ذیل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

ا۔ تجربہ کار عمال و عہدیداران کا تقرر

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں عموماً نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ عمال ہی کو مقرر فرمایا، جو اپنے اپنے علاقوں میں عوام کی عمومی اصلاح کی نگرانی کرتے رہے۔اس عہد میں چونکہ فتنوں کی کثرت تھی (فتنہ ارتداد اور منکرین زکوٰۃ)، اس لئے اس عہد میں دیگر اہم معاملات کی طرف کم توجہ رہی، تاہم پھر بھی آپ رضی اللہ عنہ عمال کی تقرری کو نہایت اہم معاملہ سمجھتے تھے۔

اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ نے عمال اور عہدیداران کے انتخاب میں ہمیشہ اُن لوگوں کو ترجیح دی، جو عہد نبوت میں عامل کے عہدہ پر فائز رہے اور ان سے ان ہی مقامات میں کام لیا جہاں وہ پہلے کام کر چکے تھے عہد نبوت میں مکہ میں عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ، طائف میں عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ ، صنعاء میں المہاجر رضی اللہ عنہ بن أبي أمیہ ، حضرموت میں زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ، خولان میں یعلی بن اُمیہ رضی اللہ عنہ، یمن میں ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ اور بحرین میں العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ مامور تھے۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ان مقامات پر ان ہی لوگوں کو مامور رکھا۔[2]

۲۔ تقرری کے وقت فرائض منصبی کی تعلیم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کسی کو عہدہ پر مامور فرماتے، تو عموماً اسے بلا کر اس کے فرائض کی تشریح کر دیتے اور تقوی کی نصیحت فرماتے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو قبیلہ قضاعہ پر عامل بنا کر بھیجا، تو ان کو درج ذیل الفاظ میں نصیحت فرمائی:

((اتَّقِ اللَّهَ فِي السِّرِّ وَالْعَلانِيَةِ ، فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لا يَحْتَسِبُ فَلا تَنِ وَلا تَفْتُرْ وَكَتَبَ إِلَيْهِمَا اسْتَخْلِفَا عَلَى أَعْمَالِكُمَا، وَانْدُبَا مَنْ يَلِيكُمَا))[3]

ترجمہ: خلوت و جلوت میں خوف خدا رکھو جو خدا سے ڈرتا ہے، وہ اس کے لئے ایسی سبیل اور اس کے رزق کا ایسا ذریعہ پیدا کر دیتا ہے، جو کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکتا... تم اللہ کی ایک ایسی راہ میں ہو

جس میں افراط و تفریط اور ایسی چیزوں سے غفلت کی گنجائش نہیں، اور ان کی طرف لکھ بھیجا کہ تم اپنے اعمال کی محافظت کرو اور جو شخص تمھارے قریب آئے اس سے عمدہ طریقے سے پیش آؤ۔

الغرض معلوم ہوا کہ عہد صدیقی میں کسی بھی سرکاری عہدیدار کی تقرری کے وقت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ جن پہلوؤں کو مد نظر رکھتے تھے ان میں ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور تجربہ کاری کا پہلو شامل تھا، یعنی جو شخص عہد نبوی میں عامل یا عہدیدار رہا ہو اسے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے سرکاری عہدہ عطا کیا۔

محاسبہ و نگرانی

عہد خلفائے راشدین میں حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور کئی لحاظ سے مثالی اہمیت کا حامل ہے۔ جس کا اعتراف نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم مفکرین نے بھی کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد جو پہلا تاریخی خطبہ دیا۔ اس میں لوگوں کے حقوق کے تحفظ کے معاملہ کے متعلق جو کہا وہ تعلیمات نبوی کا نچوڑ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری نظر میں معاشرے کا سب سے طاقت ور وہ کمزور شخص ہو گا، جس کے حقوق میں کوتاہی ہو رہی ہو گی، یہاں تک کہ میں اس کے حقوق اسے واپس دلا دوں اسی طرح میرے نزدیک معاشرے کا سب سے طاقتور وہ شخص ہو گا، جو لوگوں کے حقوق غصب کرتا ہو۔ یہاں تک کہ میں اس سے غصب شدہ حقوق واپس نہ لے لوں اگر میں اچھا کام کروں تو میرا ساتھ دو اور اگر میں غلط کروں تو مجھے سیدھا کر دیجئے۔ (4)

آپ رضی اللہ عنہ کے دربار میں کوئی محافظ مقرر نہ تھا اور ملکی معاملات کی براہ راست خود نگہداشت کرتے تھے۔ رات کی تاریکی میں محلوں کا چکر لگا کر غرباء کی امداد کیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

((وَإِنَّهُ مَنْ يَكُنْ أَمِيرًا فَإِنَّهُ أَطْوَلُ النَّاسِ حِسَابًا وَأَغْلَظُهُ عَذَابًا ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَمِيرًا فَإِنَّهُ مِنْ أَيْسَرِ النَّاسِ وَأَهْوَنِهِ عَذَابًا ، إِلا أَنَّ الأُمَرَاءَ هُمْ أَقْرَبُ النَّاسِ مِنْ ظُلْمِ الْمُؤْمِنِينَ ، وَمَنْ يَظْلِمِ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّهُ يَخْفِرُ اللَّهُ)) (5)

ترجمہ: جو شخص حکمران ہو اُس کو سب سے زیادہ بھاری حساب دینا ہو گا اور وہ سب سے زیادہ خطرناک عذاب میں مبتلا ہو گا اور جو حکمران نہ ہو سکا تو اس کو ہلکا حساب دینا ہو گا۔ اس کے لئے ہلکے عذاب ہے کیونکہ حکام کے لئے سب سے بڑھ کر مواقع ہیں کہ ان کے ہاتھوں سے مسلمانوں پر ظلم ہو جو مسلمانوں پر ظلم کرے وہ خدا سے غداری کرتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ سرکاری عہدیداروں کی خصوصی نگرانی و محاسبہ وقتاً فوقتاً فرماتے رہتے تھے۔ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے باوجود چھ ماہ تک تجارت کرکے اپنا گزارہ کرتے رہے۔ گھر کا رہن سہن بھی سادہ تھا۔ اپنی تمام دولت راہ خدا میں صرف کر دی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ بیت المال کو خدا کی امانت سمجھتے تھے۔

ب: عہد فاروقی میں سرکاری اہل کاروں کی تقرری، محاسبہ اور نگرانی

تقرری

خلفائے راشدین میں دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ 13ء ہجری سے 24ء ہجری تک خلافت کے منصب پر فائز رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کو ایک آزمائش سمجھتے تھے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں منصب خلافت کا یہ تقاضا تھا کہ ملکی ذمہ داریوں سے متعلق جو معاملات بھی آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آئیں، آپ رضی اللہ عنہ انہیں خود حل کریں لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ سہولتیں اور آسانیاں فراہم کریں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ سرکاری عہدیداروں کی تقرری میں بے حد احتیاط سے کام لیتے تھے جنہیں ذیل میں بیان کیا جارہا ہے:

ا۔ قابل و باصلاحیت عہدیداران کا انتخاب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں بہترین و باصلاحیت امراء، عمال، محصلین، گورنر اور دیگر سرکاری عہدیداران کا انتخاب فرمایا، تاہم آپ رضی اللہ عنہ اللہ کے سامنے جواب دہی اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوشی کے لئے صرف اتنا کرنا کافی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ ان گورنروں، محصلین اور اِن کے مقام کی سخت نگرانی کرنا بھی ایک ایسی ذمہ داری ہے، جس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ اسی وجہ سے ان میں سے جس نے بہتر کام کیا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ احسان کیا اور جس نے آپ رضی اللہ عنہ کی مرضی کے خلاف کیا اس کی آپ رضی اللہ عنہ نے گرفت کی اور سزا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک سرکاری عہدیداروں کا انتخاب کرنا نہایت ہی اہمیت کا حامل تھا، کیونکہ کوئی کتنا ہی بیدار مغز اور کوئی قانون کتنا ہی مکمل کیوں نہ ہو، لیکن جب تک حکومت کے اعضاء و جوارح یعنی عہدہ دارانِ ملکی قابل، لائق، راست باز نہ ہوں اور ان سے نہایت بیدار مغزی کے ساتھ کام نہ لیا جائے تو ملک و ملت کی فلاح ممکن نہیں ہو سکتی۔ اس معاملے میں آپ رضی اللہ عنہ نے خوب تتبع اور تلاش بسیار کے بعد افراد کو عہدوں پر مامور کیا خواہ ان کی

طبیعت اس طرف مائل نہ تھی۔ ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس شوری منعقد کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((إِذَا لَمْ تُعِينُونِي فَمَنْ يُعِينِنِي؟ فَقَالُوا: نَحْنُ نُعِينُكَ؛ فَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ائْتِ الْبَحْرَيْنِ وَهَجَرَ أَنْتَ الْعَامَ))(6)

ترجمہ: جب تم لوگ ہی میری مدد نہ کرو گے تو کون میری مدد کرے گا؟ ان حضرات نے جواب دیا کہ ہم آپ کی مدد کریں گے، اس پر آپ نے فرمایا: ابوہریرہ تم اس سال بحرین اور ھجر (کے عامل بن کے) چلے جاؤ۔

۲۔ زہد و تقویٰ کے تصور کی درستگی

عہد خلفائے راشدین میں ملکی انتظام میں حصہ لینا زہد اور تقویٰ کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس تصور کو ختم فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ پر جب یہ اعتراض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے تقوی کو عہدوں سے داغدار کیا ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((يَا أَبَا عُبَيْدَةَ إِذَا لَمْ أَسْتَعِنْ بِأَهْلِ الدِّينِ عَلَى سَلامَةِ دِينِي فَبِمَنْ أَسْتَعِينُ؟))(7)

ترجمہ: ابو عبیدۃ اگر میں اپنے دین کی سلامتی کے لئے دین داروں سے مدد نہ لوں، تو کس سے مدد لوں؟

۳۔ سرکاری عہدیداران کی تقرری کے وقت چند شرائط کی پابندی کا معاہدہ

عہد فاروقی میں جب کسی کو سرکاری عہدیدار (یعنی عامل و محصل یا گورنر وغیرہ) بنا کر بھیجا جاتا، تو ان سے چند شرائط کی پابندی کا عہد بھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں لکھ لیا جاتا:

((كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا اسْتَعْمَلَ رَجُلا أَشْهَدَ عَلَيْهِ رَهْطًا مِنَ الأَنْصَارِ وَغَيْرِهِمْ وَاشْتَرَطَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا: أَنْ لَا يَرْكَبَ بِرْذَوْنًا، وَلا يَلْبَسَ ثَوْبًا رَقِيقًا، وَلا يَأْكُلَ نَقِيًّا، وَلا يُغْلِقَ بَابًا دُونَ حَوَائِجِ النَّاسِ، وَلا يَتَّخِذَ حَاجِبًا))(8)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو عامل مقرر کرتے تو انصار اور دوسرے لوگوں پر مشتمل ایک جماعت کو گواہ بنا کر اس شخص سے چار شرائط کی پابندی کا عہد لیتے تھے، یہ کہ وہ عمدہ خچر پر نہ سوار ہو گا،

باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، اپنے دروازے بند کر کے لوگوں کی ضروریات سے بے نیازی نہ برتے گا اور اپنی ڈیوڑھی پر دربان نہ رکھے گا۔

عہد فاروقی میں کسی عامل کی تقرری پر بہت سے مہاجرین اور انصار کی گواہی ثبت ہوتی تھی، عامل جس مقام پر جاتا تھا تمام لوگوں کو جمع کر کے یہ فرمان پڑھتا تھا جس میں مذکورہ چاروں شرائط لکھی ہوتی تھیں۔ اس عمل کی وجہ سے لوگ اس کے اختیارات سے واقف ہو جاتے تھے اور جب وہ عامل بیان کردہ اختیارات سے تجاوز کرتا تو لوگ اس پر گرفت کرتے۔ اس حوالہ سے یہ واقعہ مشہور ہے کہ جب ایک بار آپ رضی اللہ عنہ مدینہ کی ایک شاہراہ سے گذر رہے تھے، تو کسی نے پکار کر کہا کہ: عمر (رضی اللہ عنہ) تمہارا عامل عیاض بن غنم کے بارے میں کیا خیال ہے جو باریک کپڑے بھی پہنتا ہے اور اپنے دروازے پر دربان بھی رکھتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا تو فرمایا کہ: اپنی قمیص اتارو، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے موٹے اون کا ایک کرتا منگوایا اور بھیڑ بکریوں کا ایک گلہ اور ایک لاٹھی بھی منگوائی اور ان سے فرمایا کہ یہ کرتا پہنو، یہ لاٹھی لو اور یہ بکریاں چراؤ، ان کا دودھ خود پیو اور راہ گیروں کو پلاؤ اور جو بچ رہے، وہ ہمارے لئے محفوظ رکھو۔[9]

آپ رضی اللہ عنہ کی یہ شرائط نہایت ہی حکمت پر مشتمل تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ امت مسلمہ کے تمام افراد امر و نواہی کے پابند ہو جائیں اور جب یہ ہستیاں اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کریں گی، تو وہی معاشرہ کے لئے نمونہ ہوں گی۔

۴۔ عمال کے اثاثوں کی فہرست

عہد فاروقی میں تقرری کے وقت عمال کے اثاثوں کی فہرست تیار کروائی جاتی تھی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے عمال کے اموال (کی مقدار و مالیت) لکھ لیتے اور پھر اس میں جو کچھ اضافہ ہوتا، اس کا ایک حصہ اور کبھی کل کا کل ضبط کر لیتے تھے۔

اس بارے میں علامہ بلاذری رقمطراز ہیں:

((كان عمر بن الخطاب يكتب أموال عماله إذا ولاهم، ثم يقاسمهم ما زاد على ذلك، وربما أخذه منهم.))[10]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے عمال کے اموال (کی مقدار و مالیت) لکھ لیتے اور پھر اس میں جو کچھ اضافہ ہوتا، اس کا ایک حصہ اور کبھی کل کا کل ضبط کر لیتے تھے۔

الغرض عہد فاروقی میں جب کوئی عامل مقرر ہوتا تھا، تو اس کے پاس اس وقت جس قدر مال و اسباب ہوتا تھا۔ اس کی مفصل فہرست تیار کرا کر محفوظ رکھی جاتی تھی اور اگر عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی ترقی و اضافہ ہوتا، تو اس وقت اس کا مواخذہ کیا جاتا تھا۔

مذکورہ بحث سے ثابت ہوا، حضرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرکاری مناصب پر تقرری کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کی پیروی فرمائی۔

عہد فاروقی میں تقرری کا معیار اور اس کی شرائط

ا۔ عمال کا قوی اور امانت دار ہونا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سرکاری عہدیداروں، عمال اور گورنروں کے انتخاب و تقرر میں قوی کے مقابلے میں قوی ترین افراد کو ترجیح دیتے، تاکہ سرکاری عہدیداروں کی کارکردگی بہتر سے بہتر نظر آئے۔ کسی سرکاری عہدیدار کا کارآمد اور سب سے زیادہ قوی ہونا آپ کے نزدیک کتنا اہم تھا؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، جس کا اظہار آپ اپنے ایک خطبہ میں اس طرح سے فرمایا:

((وَلَوْلا رَجَائِي أَنْ أَكُونَ خَيْرَكُمْ لَكُمْ، وَأَقْوَاكُمْ عَلَيْكُمْ، وَأَشَدَّكُمْ اضْطِلاعًا بِمَا يَنُوبُ مِنْ مُهِمّ أَمْرِكُمْ، مَا تَوَلَّيْتُ ذَلِكَ مِنْكُمْ))[11]

ترجمہ: اگر مجھ کو یہ امید نہ ہوتی کہ میں تم لوگوں کے لئے سب سے زیادہ کارآمد سب سے زیادہ قوی اور مہمات امور کے لئے سب سے زیادہ قوی بازو ہوں، تو میں اس منصب کو قبول نہ کرتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس خوبی کو مدنظر رکھ کو لوگوں کو عہدے عطا فرماتے تھے، وہ خوبی آپ رضی اللہ عنہ اپنے اندر بہتر انداز میں سمجھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ اگر یہ صفت مجھ میں دوسروں کی نسبت کم ہوتی، یا دوسروں میں یہ خوبی زیادہ ہوتی، تو میں اس خلافت کی ذمہ داری بھی نہ سنبھالتا۔

۲۔ تقرری میں اعلیٰ اوصاف کی اہمیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی افواج کے امراء و قائدین کی تقرری میں سنت نبوی کی اقتدا کی۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اسلامی فوج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتی، تو اس پر ایک عالم دین اور شرعی بصیرت رکھنے والے آدمی کو مقرر کر دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت کا یہ اثر ہوا کہ اسلامی ریاست کی انتظامیہ کا ہر ممبر پاکیزہ نفسی، نیک خوئی، حلم و تواضع، جرأت و آزادی، حق و پرستی و بے نیازی کی تصویر بن گیا۔ تاریخ اسلامی میں اس وقت کی مجالس اور محافل کا نقشہ دیکھا جائے تو ہر شخص کے حلیہ میں یہ خدّ و خال صاف نظر آتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیض سے قوم میں وہ اخلاق محفوظ رہے۔ اور نئی قومیں جو اسلام میں داخل ہوتی گئیں، اسی اثر سے متاثر ہوتی گئیں۔ (12)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخلاق کے متعلق مسور بن مخرمہ کا بیان ہے کہ ہم اس غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتے تھے کہ تقویٰ سیکھ جائیں۔ مؤرّخ مسعودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات اس جملے سے شروع کئے ہیں کہ ان میں جو اوصاف تھے وہ ان کے تمام افسروں اور عہدہ داروں میں پھیل گئے تھے۔ (13)

۳۔ تجربہ کاری اور قابلیت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طبیعت شروع سے ہی جوہر شناس واقع ہوئی تھی، یعنی جس شخص میں جس قسم کی قابلیت ہوتی تھی، وہ اس کی تہہ کو پہنچ جاتے تھے، اس کے ساتھ انہوں نے ملک کے تمام قابل آدمیوں سے واقفیت بہم پہنچائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جس شخص کو جو کام دیا، اس کے انجام دینے کے لیے اس بڑھ کر کوئی آدمی نہیں مل سکتا تھا۔ عرب میں چار شخص تھے، جن کو دہاۃ العرب کہا جاتا تھا، یعنی جو فن سیاست و تدبیر میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت زیاد بن سمیہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زیاد رضی اللہ عنہ کے سوا تینوں کو بڑے بڑے ملکی عہدے دیئے اور ان پر اس طرح سے قابو رکھا کہ کبھی کسی قسم کی خود سری نہ کرنے پائیں۔ عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ ایک معزز صحابی رسول تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہیں سے ایک جواب طلب تحریر آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کا جواب کون لکھے گا؟ حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

نے عرض کی کہ میں۔ یہ کہہ کر خود جواب لکھ کر لائے، آنحضرت ﷺ نے سنا، تو نہایت پسند فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، ان کی اس قابلیت پر ان کو خاص خیال ہوا اور جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ان کو میر منشی مقرر کیا۔ (14)

۴۔ طالبِ عہدہ کو عہدہ نہ دینا

طالب عہدہ کو عہدہ نہ دینے کا اصول آپ رضی اللہ عنہ نے سنت نبوی سے ماخوذ فرمایا تھا، جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں دو آدمیوں کو ساتھ لے کر رسول اکرم ﷺ کے پاس گیا۔ اُن میں سے ایک نے خطبہ پڑھا۔ پھر کہنے لگا کہ ہم اس واسطے آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں کہ آپ ﷺ ہم سے حکومت پر مدد لیجیے (یعنی ہم کو کوئی کام دیجیے یا عامل بنائیے)، پھر دوسرے نے ایسا ہی کہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم سب میں زیادہ جھوٹا ہمارے نزدیک وہی ہے، جو حکومت کو طلب کرے۔ پھر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عذر کیا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ دونوں آدمی اس کام کو آئے ہیں (ورنہ میں ان کو اپنے ساتھ نہ لاتا)۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے کسی کام میں مدد نہ لی، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ (15)

۵۔ سرکاری عہدیداران کے انتخاب اور تقرر کے لئے مشاورت

سرکاری عہدیداران کے انتخاب اور تقرر میں ممتاز بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی جاتی تھی، اس کے بعد ہی یہ انتخاب و تقرر کیا جاتا تھا۔ (16)

محاسبہ و نگرانی

خلیفہ وقت کا سب سے بڑا کام حکام کا احتساب و نگرانی اور قوم کے اخلاق و عادات کی حفاظت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس فرض کو نہایت اہتمام کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے سرکاری عہدیدار کے انتخاب کی شرائط پر سختی سے عمل کرتے تھے جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

ا۔ عمال کے اثاثوں کا محاسبہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عمال کا تقرر فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اُن پر مسلسل نظر رکھتے تاکہ ان کا محاسبہ کر سکیں اور جیسے ہی محسوس کرتے کہ کسی کے مال و دولت میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے، تو اُس

سے اس اضافہ کی وجہ پوچھتے اور اگر وہ زیادتی کی یہ وجہ بیان کرتا کہ میں نے کچھ سامان کی تجارت کی اور یہ میری تجارت کی آمدنی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے جواب کو قبول نہیں کرتے اور اُن سے کہتے کہ میں نے تمہیں گورنر بنا کر بھیجا ہے ،تاجر بنا کر نہیں بھیجا اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے حاصل کردہ منافع لے لیتے۔(17)

ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے پاس ایسے غلام، ظروف اور جانور ہیں جو اُس وقت نہیں تھے جب میں نے تمھیں مصر کا والی بنایا تھا، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہماری زمین زراعت اور تجارت کی زمین ہے اور اس سے ہمیں اتنی آمدنی ہوتی ہے جو ہمارے مصارف سے زائد ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں انہیں لکھا کہ مجھے عمال السوء کا کافی تجربہ ہو چکا ہے میں تم سے بدگمان ہو گیا ہوں اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مال کو تقسیم کرنے کی لئے تمہارے پاس بھیجتا ہوں، تم اس سے اپنا راز کہہ دو جو کچھ وہ مانگے اسے دے دو..... چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اموال کو تقسیم کر دیا گیا"۔ (18)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اموال کی ضبطی کی وضاحت ابن سیرین کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین سے واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "اے اللہ کے دشمن! اے کتاب اللہ کے دشمن! تو اللہ کا مال چراتا ہے! انہوں نے جواب دیا: میں نہ اللہ کا دشمن ہوں نہ اُس کی کتاب کا دشمن ہوں، بلکہ جو ان دونوں سے دشمنی کرے میں اُس شخص کا دشمن ہوں۔ میں نے قطعاً اللہ کا مال نہیں چرایا"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر دس ہزار درہم تمہارے پاس کہاں سے جمع ہو گئے؟ اُنہوں نے جواب دیا: میرے گھوڑوں کی نسل بڑھتی رہی۔ میرے وظیفے مجھے ملتے رہے اور میرے حصے مجھے پہنچتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے اور اُن کی وہ رقم اُن سے لے لی ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے صبح کی نماز پڑھی تو امیر المؤمنین کے لئے بھی دعا کی۔(19)

۲۔ اعلیٰ سرکاری عہدیداران کی اولاد کا احتساب

عہد فاروقی میں احتساب کے حوالہ سے ایک سنہری مثال گورنر کے بیٹے کی بھی ہے۔ جس میں وہ جب حد سے تجاوز کرتا ہے تو عدل فاروقی کی زد میں آجاتا ہے۔ یہ واقعہ عہد فاروقی کا بڑا مشہور ہے جس میں گورنرِ وقت بھی اپنے بیٹے کو بے لاگ احتساب کی زد میں آنے سے بچانے میں بے بس نظر آتا ہے۔
ذیل میں یہ واقعہ بیان کیا جا رہا ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں حاکم مصر تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا اے امیر المؤمنین! میں آپ رضی اللہ عنہ کی پناہ لینے آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے فرمایا! تم نے ایسے آدمی کی پناہ حاصل کی، جو تمھیں پناہ دے سکتا ہے۔ مصری بولا: مجھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے مارا ہے، یہ شکوہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو انکے بیٹے کے ساتھ بلایا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہوئے جب وہ سامنے آیا۔ تو امیر المومنین نے کہا یہ کوڑا لے اور مار۔ حکم ملتے ہی مصری عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے پر کوڑا برسانے لگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مصری نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو کوڑے لگائے اور اللہ کی قسم بہت مارا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوڑا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھی لگاؤ۔ مصری نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! ان کے بیٹے نے مجھے مارا تھا، اس سے قصاص لے لیا۔ تاہم اس واقعہ کے حوالے سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صلح کی اجازت چاہی۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔

"فَأَرْضَوْهُ بِأَنِ اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بِمِائَتَيْ دِينَارٍ، كُلَّ سَوط بدينارين" (20)

ترجمہ: پس اس شخص کو فی کوڑا دو دینار کے حساب سے دو سو دینار دے کر اپنا حقِ قصاص فروخت کر دینے پر راضی کر لیا۔

۳۔ سرکاری عہدیداران سے قصاص

حضرت عمر رضی اللہ عنہ احتساب کے حوالہ سے کڑی نظر رکھتے تھے اور اس پہلو سے اپنے گورنر، عمال، محصلین اور دیگر سرکاری عہدیداروں کو وقتاً فوقتاً آگاہ کرتے رہتے تھے۔ جب کوئی آپ رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے خلاف کوئی شکایت پیش کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ کسی بھی ہچکچاہٹ کے بغیر اس کا بدلہ دلواتے۔ اس لئے

کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثالی نمونہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی اس پالیسی پر سختی سے عمل فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے حج کے موقع پر پورے حدود خلافت کے گورنروں کو ایک عظیم الشان اجتماع میں جمع کیا اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں اپنے افسروں کو تمہارے یہاں اس لیے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہارے منہ پر تھپڑ ماریں، یا تمھارے مال چھین لیں۔ میں انھیں تمھارے پاس اس لیے بھیجتا ہوں کہ وہ تمھیں تمھارا دین اور تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سکھائیں۔ جس کسی کے ساتھ دین اور سنت سے ہٹا ہوا سلوک کیا جائے۔ اسے چاہیے کہ اپنا معاملہ میرے سامنے پیش کرے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں متعلقہ افسر سے اس مظلوم کا بدلہ لے کر رہوں گا۔[21] یہ سن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور بولے: امیر المؤمنین! کیا آپ رضی اللہ عنہ کا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی رعایا پر والی مقرر کیا گیا ہو اور وہ ان میں سے کسی کی تادیب کرے، تو آپ اُس سے اس آدمی کی جانب سے قصاص لیں گے۔ جس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں اس سے ضرور قصاص لوں گا کیونکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سے قصاص دلواتے دیکھا تھا۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی۔

((وَقَدْ رَأَيْت رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيدُ مِنْ نَفْسِهِ))[22]

ترجمہ: میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سے قصاص دلواتے دیکھا ہے۔

۴۔ رئیسِ وقت کا احتساب اور اصول مساوات

جبلہ بن ایہم غسانی شام کا مشہور رئیس، بلکہ بادشاہ تھا اور مسلمان ہو گیا تھا۔ کعبہ کے طواف کے دوران اس کی چادر کا گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آگیا، جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اس نے بھی برابر جواب دیا۔ جبلہ غصے سے بیتاب ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی شکایت کو سن کر کہا کہ تم نے جو کچھ کیا اس کی سزا پائی۔ اس کو سخت حیرت ہوئی اور اس نے کہا کہ: ہم اس رتبہ کے لوگ ہیں کہ کوئی ہمارے آگے گستاخی سے پیش آئے تو قتل کا مستحق ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے پست و بالا کو ایک کر دیا۔ اس نے کہا کہ اگر اسلام ایسا مذہب

ہے جس میں شریف وذلیل کی کچھ تمیز نہیں، تو میں اسلام سے باز آتا ہوں۔ غرض وہ چھپ کر قسطنطنیہ چلا گیا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی خاطر سے قانونِ انصاف کو نہیں بدلا۔ (23)

عہد فاروقی میں عدل وانصاف کے معاملہ میں اصول مساوات پر سختی سے عمل کیا جاتا خواہ کوئی امیر ہو یا غریب۔ اصول مساوات میں ان طبقاتی درجوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے عہد فاروقی کو اس اصول مساوات کی فراہمی کی وجہ سے تاریخ اسلام میں ایک ممتاز اور نمایاں حیثیت ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف مسلمان تو مسلمان، بلکہ غیر مسلموں نے بھی کیا ہے۔

۵۔ خطوط ورسائل کے ذریعہ احتساب ونگرانی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ گورنروں کے پاس قاصد بھیجا کرتے تھے اور قاصد کو حکم دیتے تھے کہ جب وہ مدینے واپس آنے لگے تو لوگوں میں اعلان کردے کہ کیا کوئی شخص امیر المومینن رضی اللہ عنہ کے نام کوئی خط بھیجنا چاہتا ہے؟ اس اعلان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ قاصد اس خط کو بغیر کسی دخل اندازی کے امیر المؤمنین تک پہنچائے۔ اس خط کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ایک عام آدمی کا دکھ درد امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ تک پہنچانے کا راستہ کھلا رہے۔ جب قاصد یہ خطوط لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتا تو آپ رضی اللہ عنہ انہیں زمین میں پھیلا دیتے اور ایک ایک کر کے سارے خطوط دیکھتے اور پڑھتے۔ (24)

۶۔ شکایتوں کی تحقیق

والیانِ ریاست کی نگرانی، ان کے محاسبہ اور ان کے خلاف آئی ہوئی شکایات کی تحقیق کے لئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے تعاون لیتے تھے۔ گویا عہد فاروقی میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ انسپکٹر جنرل کے عہدہ پر فائز تھے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ گورنروں کی نگرانی اور ان کی جانچ پڑتال اور ان کے خلاف آئی ہوئی شکایتوں کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے انہیں بھیجتے تھے، جو افسران تک آپ رضی اللہ عنہ کے پیغامات بھی پہنچایا کرتے۔ (25) محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے روبرو معاملے کی اصلیت معلوم کر کے گورنروں کے متعلق عوام کی رائے براہ راست امیر المومینن تک پہنچاتے تھے۔

۷۔ بیت المال کا صحیح استعمال

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کے خسر تشریف لائے کہ بیت المال سے ان کی کچھ مدد کر دی جائے۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ کیا بیت المال کسی شخص کی ملکیت ہے اور کیا آپ کی یہ خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بد دیانت بادشاہوں کی فہرست میں رکھے کہ آدمی جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اور اعزہ واقرباء کو دے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت المال پر تو عام مسلمانوں کا حق ہے۔ اس میں سے کسی ایک کے ساتھ کوئی خصوصی رعایت نہیں ہو سکتی، یہ کہنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی مال سے دس ہزار درہم کی امداد کی۔[26]

خلیفہ وقت کا سب سے اہم کام گڈ گورننس قائم کرنا ہے اور یہ کام بہتر طور پر جب ہی انجام پا سکتا ہے، جب سرکاری عہدیداران اور ذمہ داران کے تقرر میں اہلیت کا پہلو شامل ہو اور پھر ان کا مناسب احتساب اور نگرانی کا انتظام بھی ہو کہ کوئی بھی ذمہ دار اپنے اختیارات کے معاملہ میں حد سے تجاوز نہ کر سکے۔ اس حوالہ سے دیکھا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد نہایت عمدہ و ممتاز نظر آتا ہے۔

ج: عہد عثمانی میں سرکاری اہل کاروں کی تقرری، محاسبہ اور نگرانی

اسلامی حکومت میں شوریٰ کی بڑی اہمیت ہے جس کو بہتر انداز میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مکمل اور منظم کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اس نظام کو اپنے عہد میں قائم رکھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اگرچہ طبعاً نہایت نرم خو تھے اور ذاتی حیثیت سے تحمل بردباری اور نرمی آپ رضی اللہ عنہ کا شیوہ تھا، لیکن ملکی معاملات میں انہوں نے احتساب اور مؤاخذہ کو اپنا طرز عمل بنایا۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آج سے تیرہ سو سال پہلے عمال وحکام کی ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی تھی۔ اس مجلس کے ارکان سے عموماً تحریری آراء طلب کی جاتی تھیں۔ کوفہ میں پہلے پہلے جب فتنہ و فساد کی ابتدا ہوئی تو اس کی بیخ کنی کے متعلق تحریر کے ذریعہ آراء طلب کی گئیں تھیں، کبھی کبھی دارالخلافہ میں باقاعدہ جلسے بھی ہوتے تھے چنانچہ ۳۴ھ میں ملکی اصلاحات پر غور کرنے کے لئے جلسہ ہوا تھا۔ اس میں تمام اہل الرائے اور اکثر عمال شریک تھے۔[27]

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ملکی نظم ونسق اور سرکاری اہل کاروں کی تقرری کا جو دستور العمل مرتب کیا تھا ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کو بعینہ باقی و جاری رکھا۔ یہاں تک کہ عہد فاروقی میں جس قدر محکمے قائم ہو چکے تھے، ان کو مضبوطی اور مزید ترقی دی۔ یہ اسی تسلسل اور نظم ونسق کو جاری رکھنے کا نتیجہ تھا کہ ملکی محاصل میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ یہی وجہ تھی کہ جو خراج عہد فاروقی میں ۲۰ لاکھ دینار تھا، وہ عہد عثمانی میں بڑھ کر ۴۰ لاکھ دینار تک پہنچ گیا تھا۔ (28)

محاسبہ و نگرانی

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ملکی نظم ونسق کا جو دستور العمل مرتب کیا تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اس کو باقی رکھا۔ بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو مزید مضبوط کیا اور ترقی دی۔ عہد عثمانی میں جب لوگوں کو سرکاری عمال سے شکایات پیدا ہوئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کمیشن کے طور پر مختلف علاقوں کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا؛ جیسے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بصرہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مصر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شام کی طرف متعین کیا۔ گویا عوامی شکایات کی حقیقت کو جاننے کے لئے خصوصی کمیشن تشکیل دیا۔ مزید یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر بھی لوگوں کی شکایات سنا کرتے تھے۔

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا ایک بیان نقل کیا ہے جس میں فرماتے ہیں کہ :

> جب سے مجھے بار خلافت ملا ہے میں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اپنا شعار بنایا ہے۔ جو معاملات ہم تک پہنچائے جاتے ہیں میں ان کا تدارک کرتا ہوں۔ رعایا کے اسی مال میں میرا اور میرے اہل وعیال کا حق ہے جس کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہو وہ حج کے موقع پر بیان کر کے مجھ سے اور میرے عمال سے اپنا حق حاصل کرے یا صدقہ کر دے کیونکہ اللہ صدقہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (29)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے ایک بڑی رقم لی، جس کو ادا نہ کر سکے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سختی سے باز پرس کی اور انہیں معزول کر دیا۔ اسی طرح جب حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی بادہ نوشی کی طرف توجہ دلائی گئی تو تحقیق کرنے پر فورا معزول کر دیا اور حد بھی جاری فرمائی۔ اسی طرح جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ والئ مصر، مصر کے خراج میں اضافہ نہ کر سکے تو ان کو عہدہ سے علیحدہ کر دیا۔ (30)

د: عہد مرتضوی میں سرکاری اہل کاروں کی تقرری، محاسبہ اور نگرانی

ملکی نظم ونسق کے سلسلہ میں سب سے اہم کام سرکاری عہدیداران کا تقرر و نگرانی کا معاملہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ جب بھی کسی کو عامل، کو سرکاری عہدہ پر مقرر فرماتے یا کسی کو فوجی دستہ کا امیر مقرر کرتے، تو انہیں تقرری کے وقت نہایت مفید نصائح کرتے تھے جو اُن کی سرکاری تقرری سے متعلق ہوتیں۔

ایک موقعہ پر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک فوجی دستہ کی روانگی کے وقت فرمایا کہ میں تم کو اس اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں، جس سے تمھیں لامحالہ ملنا ہے، جس کے علاوہ تمھاری منزل کوئی اور نہیں ہو سکتی، جو دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ دیکھو جس مہم پر تم روانہ کئے جارہے ہو اس کا پورا اہتمام کرنا، اور ایسے کام کرنا جو تمھیں اللہ عزوجل سے قریب کریں، کیونکہ دنیا کی وہی چیز کام آئے گی جو اللہ کے پاس پہنچ گئی۔[31]

تقرر کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنے عمال کی کارکردگی اور دیگر اہم معاملات پر خصوصی نگاہ بھی رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ وقتاً فوقتاً عمال وحکام کے طرز عمل کی تحقیقات کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کیا تو یہ ہدایت فرمائی:

((وَاخْرُجْ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِكَ حَتَّى تَمُرَّ بِأَرْضِ السَّوَادِ كَوْرَةً كَوْرَةً فَتَسْأَلَهُمْ عَنْ عُمَّالِهِمْ، وَتَنْظُرَ فِي سِيرَتِهِمْ))[32]

ترجمہ: تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں عمال کے بارے میں تحقیقات کرو اور ان کی روش پر غائر نظر ڈالو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ انتظام مملکت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنا چاہتے تھے اور اس زمانہ کے انتظامات میں کسی قسم کا تغیر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ عہد مرتضوی میں جہاں عمال و عہدیداران کے تقرر میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا جاتا تھا وہیں ان کی کارکردگی پر نظر رکھی جاتی تھی۔ تاکہ ان کے مستقبل کے بارے میں مزید ذمہ داری دیتے وقت صحیح و مناسب فیصلہ کیا جاسکے ۔

ایک دفعہ نجران کے یہودیوں نے (جن کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجاز سے جلاوطن کر کے نجران میں آباد فرمایا تھا) نہایت عاجزی سے کہا کہ ان کو پھر اپنے قدیم وطن میں واپس آنے کی اجازت دی جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا:

((وَيْحَكَ إِنَّ عُمَرَ كَانَ رَشِيدَ الأَمْرِ))[33]

ترجمہ: تیرا برا ہو، عمر کے فیصلے بہت موزوں ہوتے تھے۔

محاسبہ و نگرانی

عہد مرتضوی میں عمال و سرکاری عہدیداران کی نگرانی اور محاسبہ کس طرح سے کیا جاتا تھا، اس حوالے سے درج ذیل واقعات ملاحظہ ہوں:

ا۔ عہدیداران کا اعلیٰ و عمدہ کھانوں پر احتساب

عہد مرتضوی میں جب سرکاری عہدیداران کی طرف سے اعلیٰ و عمدہ کھانے جب اُن کے دستر خوان پر نظر آنے لگے، تو اس پر بھی اُن کا سخت احتساب کیا گیا۔ جیسے: منذر بن جارود، والئ اصطخر کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ عیش کی زندگی گزارتا ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہو، روغنیات کا استعمال زیادہ کرتے ہو، تمھارے دستر خوان پر طرح طرح کی نعمتیں ہوتی ہیں، منبر پر بیٹھ کر تم صدیقین کا وعظ کرتے ہو اور تنہائی میں تمھارا عمل یہ ہے کہ تم مشکوک چیزوں کو بھی جائز قرار دے لیتے ہو۔ اگر یہ شکایتیں صحیح ہیں، تو تم نے اپنے نفس کو نقصان پہنچایا، اور مجھے مجبور کیا کہ میں تمھارے خلاف تادیبی کارروائی کروں، تم بیواؤں اور یتیموں سے حاصل کئے ہوئے مال سے عیش و نعم میں ڈوب کر اللہ سے صالحین کے اجر کی توقع کس طرح رکھتے ہو، اپنے نفس کی اصلاح کرو اور اللہ کے حقوق ادا کرو۔[34] کسی سرکاری عہدیدار کو یہ بھی زیب نہیں دیتا کہ وہ بیت المال سے اپنے کھانے پر بے جا خرچہ کرے۔ عہد خلفائے راشدین میں اس طرح کے اقدامات جو کہ معمولی نوعیت جیسے کھانے کی مد میں خرچ وغیرہ کے کہلاتے تھے، اُن پر بھی احتساب کر لیا جاتا تھا۔ جب کہ آج اس طرح کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ بحث

عہد خلفائے راشدین میں سرکاری عہدیداران (عمال، محصل، گورنرز وغیرہ) کے تقرری کے طریقہ کار اور ان ذمہ داران کے نگرانی و محاسبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی زندگی کا مقصد اسلام کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا اور انسانیت کی خدمت کرنا تھا۔ وہ اپنے آپ کو تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ سمجھتے تھے اور اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہتے تھے۔ یہی وہ بنیادی وجہ تھی جس کی وجہ سے وہ سرکاری مناصب پر اہل، قابل، تجربہ کار، ماہر اور دیانت دار لوگوں کو فائز کرتے تھے اور پھر اُن کی مسلسل نگرانی و محاسبہ کرتے رہنے کو خلیفہ کا اہم فرض بھی سمجھتے تھے، تاکہ انسانیت کے لئے بہترین حکومت کی مثال قائم کر سکیں اور انسانیت کو خلافت علی منہاج النبوۃ کے فیوض و برکات سے مستفید کر سکیں۔

درج بالا بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ عہد خلفائے راشدین میں سرکاری مناصب پر تقرری اور تعیناتی کے لیے معیار بڑا ہی سخت تھا۔ مثلاً عامل و محصلین وغیرہ کا قوی ہونا، امانت دار ہونا، تجربہ کار ہونا، صاحب بصیرت ہونا، اُن ہی علاقوں میں تعینات کرنا جن میں کام کرنے کا انہیں تجربہ ہو، ایسے افراد کو خصوصی طور پر اہمیت دینا جو کہ عہد نبوی میں بھی سرکاری ذمہ اداری ادا کر چکے ہوں۔ اسی طرح جن چیزوں سے لوگوں کو اجتناب برتنے کی تلقین کرتے تھے۔ اُن میں سرکاری مناصب کی طلب بھی شامل تھی۔ اسی طرح عہد خلفائے راشدین میں سرکاری اہل کاروں کو تجارت سے اجتناب برتنے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ مزید یہ کہ سرکاری عہدہ پر تقرری کے وقت اُن کی جائیداد و اثاثہ جات کی فہرست تیار کر لی جاتی تھی اور اگر بعد میں اُن کی جائیداد وغیرہ میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا، تو ان کو طلب کر کے پوچھا جاتا تھا کہ یہ اضافہ کیسے ہوا ہے؟ اگر وہ مطمئن نہ کر پاتے، تو اُن کی جائیداد کا کچھ حصہ ضبط کر لیا جاتا۔ بے لاگ احتساب کی زد میں آنے والوں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے جلیل القدر اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم شامل تھے حالانکہ ان اصحاب رسول رضی اللہ عنہم سے کوئی چھوٹی سی مالی بدعنوانی یا پھر کوئی بڑی بے ضابطگی ثابت نہیں ہوئی تھی، بلکہ ان کا قصور صرف اتنا تھا کہ انہوں نے اپنی آمدنی سے کچھ بچت کر لی تھی اور کسی نے کچھ تجارت کر کے کچھ بچا لیا تھا۔ لیکن اس کو بھی اُن کے مقام و مرتبہ کے لیے مناسب و موزوں نہیں سمجھا گیا اور اُن کا سخت

احتساب کیا گیا، نیز ان عظیم اصحاب رسول نے خلفائے راشدین کے فیصلوں پر تنقید نہیں کی اور نہ کوئی احتجاج کیا ،بلکہ خلفاء کو دعا ہی دیا کرتے تھے۔

اس عہد میں مالی بدعنوانی کے سدباب کے لیے خلفائے راشدین نے جو اقدامات کیے،اُن میں خاص طور پر سرکاری عمال و محصلین اور دیگر ذمہ داران کے حوالہ سے کیا جانے والا ایک اہم اقدم سرکاری عہدیداران کی معقول اور اچھی تنخواہیں اور دیگر مراعات کا تعین تھا،تاکہ اُن کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل احسن طریقے سے ہو سکے۔ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم اپنے زہد و تقوی کی بناء پر تنخواہیں وصول کرنے سے کتراتے تھے۔ تنخواہوں کا آغاز تو کسی حد تک عہد نبوی سے ہی ہو گیا تھا کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ذمہ داریاں ادا کرنے پر تنخواہیں دیں تھیں۔ لیکن اس کا باقاعدہ اور منظم انتظام عہد خلفائے راشدین میں ہی ہوا۔ الغرض یہ کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بیت المال کے استعمال میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہد خلفائے راشدین میں جب کسی شخص کا سرکاری مناصب پر تقرر کیا جاتا، تو اُس کے تقرر کے حوالہ سے جید اصحاب رسول رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا جاتا تھا،اور مشورہ میں جس شخص کا نام منظور ہوتا، تو اُس کا تقرر کیا جاتا تھا اور یہ کہ تقرر کے وقت سرکاری عہدیدار کو اُس کی ذمہ داری کے حوالہ سے سمجھایا جاتا تھا،اور اُس کو تقوی اختیار کرنے کے حوالہ سے خلوص سے نصیحت کی جاتی ہے اور لوگوں کے معاملات میں انصاف اور خدا سے ڈرنے کی تلقین کی جاتی تھیں۔ یہ تمام نصیحتیں دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کی جاتی تھیں، تاکہ وہ لوگ بھی گواہ ہو جائیں اور سب کو ان کی ذمہ داریوں کا معلوم بھی ہو جائے، تاکہ اگر وہ اپنی ذمہ داریوں سے انحراف کرنے لگیں، تو اُن کی شکایات خلیفہ وقت تک پہنچادی جائے۔ سرکاری عمال کو لوگوں سے تحفہ و تحائف لینے سے بھی منع کیا جاتا تھا۔ اگرچہ تحائف کا تبادلہ آپس میں محبت و الفت کا باعث بنتا ہے، مگر سرکاری ملازم کو اس سے منع کیا جاتا تھا تاکہ کوئی اس تحفے کے ذریعے اُس عہدیدار سے ناجائز کام نہ کروا سکے۔

حواشی وحوالہ جات

1) ابو داؤد، سنن ابی داؤد، دار السلام للنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیہ، صفر ۱۴۳۰ھ، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة حدیث نمبر: ۴۶۰۷

2) الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، دار التراث، بیروت ۱۳۸۷ھ، سنة ثلاث عشرة، ذکر أسماء قضاته وکتابه وعماله علی الصدقات، ص: ۳/۴۲۷

3) ایضاً، سنة ثلاث عشرة، ذکر الخبر عما کان فیها من الاحداث، ص: ۳/۳۹۰

4) ابو عبید، القاسم بن سلام، کتاب الأموال، باب حق الامام علی الرعیة، ص: ۵

5) الھندی، علاء الدین علی بن حسام، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ: ۱۴۰۱ھ، کتاب الخلافة مع الامارة وتوابعها، ص: ۵/۷۵۲

6) ابو یوسف، کتاب الخراج، دار ابی سلامۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، باب فی الزیادة والنقصان ص: ۱۱۷

7) أیضاً، ص: ۱۱۶

8) أیضاً، ص: ۱۱۹

9) أیضاً

10) البلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، دار ومکتبۃ الھلال، بیروت، ۱۹۸۸ء، ص: ۲۱۶

11) البلاذری، جمل من انساب الاشراف، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۷ھ، کتاب ابوحفص عمر بن الخطاب بن نفیل باب خطبة لعمر عقب تولیته، ص: ۱۰/۳۶۳

12) شبلی نعمانی، الفاروق، ادارہ اسلامیات لاہور ص: ۲/۲۹۴

13) أیضاً

14) ایضاً

15) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفیئ والامارة، باب ماجاء فی طلب الامارة، حدیث نمبر: ۲۹۳۰

16) کتاب الخراج، ص: ۱۱۷

17) فتوح البلدان، ص: ۲۱۶

18) أیضاً

19) فتوح البلدان، ص: ۲۱۷

20) کتاب الخراج، باب فی الزیادة والنقصان والضیاع فی الزکاة، فصل: فی تقبیل السواد، ص: ۱۱۹

21) أیضاً

22) أیضاً

23) شبلی نعمانی، الفاروق، باب سیاست وتدبیر، عدل وانصاف، ص: ۲۷۲

24) وزارتِ مذہبی امور اسلام آباد، مقالات سیرت (مرد) سرکاری مناصب وذرائع کا ذمہ دارانہ استعمال، تعلیمات نبوی کی روشنی میں، ۲۰۱۴، ص: ۵۰۵

25) كتاب الخراج، باب فى الزيادة والنقصان والضياع فى الزكاة، فصل فى تقبيل السواد ،ص:۱۱۹

26) السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر، تاریخ الخلفاء، باب الخلفاء الراشدون، ،ص:۱۰۴

27) ندوی، معین الدین احمد شاہ، تاریخ اسلام، اسلامی اکیڈمی، اردو بازار لاہور، مارچ ۱۹۹۶ء ص: ۲۳۶/۲

28) فتوح البلدان، فتوح مصر والمغرب، ص: ۲۱۳

29) ابن اثیر، ابوالحسن علی بن أبی الکرم، الشیبانی، الکامل فی التاریخ، دار الکتاب العربی بیروت، ص: ۵۲۶/۲

30) تاریخ اسلام،، ص: ۲۳۹

31) کتاب الخراج، ص: ۱۷

32) أیضاً، باب: فى الزيادة والنقصان والضياع فى الزكاة، فصل فى تقبيل السواد ،ص:۱۲۲

33) ایضاً، باب فى قسمة الغنائم اذا أصيبت من العدو، ص: ۷۷

34) الیعقوبی، احمد بن یعقوب، تاریخ یعقوبی، بیروت، دارِ صادر، ص: ۲۳۸/۲

****